© rasailojaraid.com

محمد سعید الرحمٰن علوی

خانقاہ رائے پور اور

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ

تزکیہ و احسان جسے عرف عام میں تصوف کہا جاتا ہے اس کے معروف سلاسل چار ہیں جس طرح فقہ کے مشہور اسکول چار ہیں ان چار سلاسل میں سے سلسلہ نقشبندیہ کی نسبت ارباب سلاسل سیدنا الامام خلیفہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے ہیں جبکہ باقی ہر سہ سلاسل کی نسبت حضرت الامام خلیفہ رابع سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف ہے۔ برعظیم پاک و ہند کے خطوں میں سبھی سلاسل کے رہنما اور متوسلین خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ سلسلہ چشتیہ کا حلقہ بھی بڑی تعداد میں موجود ہے۔اس سلسلے کو اس خطہ میں جن گرامی قدر بزرگ کے حوالہ سے سب سے زیادہ شہرت ملی وہ حضرت معین الدین اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز ہیں ان کے خلیفہ اجل و اعظم خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے تو ان کے خلیفہ اعظم حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنج شکر قدس سرہ! شیخ فرید قدس سرہ جنوبی پنجاب اور بیکانیر کے خطوں میں نمایاں مقام کے حامل تھے اور پایہ تخت دھلی تک ان کے نام کی دھوم تھی۔ ان کے متعدد اور ان گنت خلفاء میں دو بزرگوں کو بڑا نام ملا اور بڑا انعام حاصل ہوا میری مراد حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر اور سلطان الاولیاء شیخ نظام الدین رحمہما اللہ تعالیٰ سے ہے۔ اول الذکر حضرت شیخ فرید کے خواہر زادہ بھی تھے ان کی آخری قیام گاہ یو۔ پی کے معروف شہر رڑکی کے بیچوں بیچ بہنے والی نہر کے کنارے ہے اس پُر فضا مقام کا نام کلیر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ رڑکی سے ہی ایک عجیب قسم کا کیف حاصل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ عظیم نہر، رنگارنگ درخت، پھول بوٹے ایک عجیب بہار دکھلاتے ہیں۔ حضرت سلطان المشائخ دھلی میں مقیم ہیں پایۂ تخت دھلی کا ایک پورا علاقہ ان کے نام کی نسبت سے "بستی نظام الدین" کے نام سے معروف ہے۔ اسی بستی کی بنگلہ والی مسجد حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کی معروف عالم تبلیغی جماعت کا مرکز ہے۔ ۱۸۵۷ء کے خونی حادثہ کے بعد مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت اور ان کے علوم و معارف کے تحفظ کے لئے ابھرنے والی عظیم تحریک دیوبند کے سرخیل اور امام حضرت الشیخ الحاج امداد اللہ (مہاجر مکی) رحمہ اللہ تعالیٰ ویسے تو سارے ہی سلاسل میں بیعت تھے اور خود بھی سبھی سلاسل میں بیعت کرتے لیکن ان پر چشتی سلسلہ کی نسبت غالب تھی اور وہ صابری چشتی سلسلہ کے اتنے بڑے شیخ تھے کہ خواجہ اجمیری اور شیخ فرید جیسے بزرگوں کی طرح انہیں قبول عام حاصل تھا ان کے خدام اور تربیت یافتہ حضرات کی بڑی تعداد ہے جنہوں نے زندگی کے مختلف شعبوں میں بڑا کردار ادا کیا ان بزرگوں میں مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمود حسن شیخ الہند، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا سید صدیق احمد مدنی، مولانا اشرف علی تھانوی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی جیسے حضرات کے نام سامنے آئے ہیں۔ دیوبندی کی علمی تحریک کے بہت کم حضرات دوسرے سلسلوں سے وابستہ تھے زیادہ تر حضرات چشتی صابری سلسلہ سے وابستہ [illegible] گنگوہی کو سب سے زیادہ مرجعیت حاصل تھی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت شیخ الہند، مولانا مدنی اور ان کے برادر بزرگ مولانا صدیق احمد انہی سے وابستہ تھے۔ ان کے معارف کی تکمیل آپ نے ہی کی البتہ معارف کی تکمیل کے بعد اپنے شیخ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بغرض امتحان پیش کیا یوں ان حضرات کو دوہری تربیت کے مزے لوٹنے کا موقعہ ملا۔

معروف محدث اور حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد کے شارح مولانا خلیل احمد قدس سرہ بھی مولانا گنگوہی کے ہی فیض یافتہ تھے اور سفر حج میں انہوں نے بھی حاجی صاحب قدس سرہ سے استفادہ کیا۔ مولانا خلیل احمد کے فیض یافتہ مولانا محمد زکریا قدس سرہ العزیز کو جو مقام و احترام ملا وہ ہمارا آنکھوں دیکھا معاملہ ہے جبکہ مولانا مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کے لئے جو احترام ہر جگہ موجود ہے وہ بھی ایک حقیقت ہے۔ اسی طرح رائے پور کی معروف عالم خانقاہ کے شیخ الشیوخ مولانا شاہ عبدالرحیم بھی حضرت گنگوہی کے فیض یافتہ تھے۔ مولانا محمد زکریا کے والد گرامی مولانا محمد یحیی اور چچا مولانا محمد الیاس بھی اسی مے خانہ کے جرعہ نوش تھے اور تو اور حضرت حاجی صاحب کی خانقاہ تھانہ بھون کے وارث مولانا تھانوی کی تربیت کا بڑا حصہ مولانا گنگوہی کا مرہون منت ہے۔

ہمیں آج کی صحبت میں خانقاہ رائے پور کے حوالہ سے گفتگو کرنا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ اس خانقاہ کے بانی حضرت شاہ عبد الرحیم تھے جو میدان تصوف کے ساتھ ساتھ علم و جہاد کی دنیا کے بھی عظیم المرتبت لوگوں میں سے تھے بلکہ قافلہ سالار۔ حضرت شیخ الہند کی تحریک حریت سے ایک زمانہ واقف ہے اس تحریک نے انگریز سرکار کو ہلا کر رکھ دیا تھا اگر بعض غداران وطن بے راہ روی کا مظاہر نہ کرتے تو تاریخ کا رخ دوسرا ہوتا۔ حضرت شاہ عبد الرحیم، حضرت شیخ الہند کے دست و بازو تھے اور شیخ الہند کی گرفتاری کے بعد تحریک کی پوری کمان انکے ہاتھ میں تھی۔ افسوس کہ "علماء ہند کے شاندار ماضی" کے فاضل مصنف ان معاملات میں انصاف نہ کرسکے اور تاریخ کے اس عظیم باب کو انہوں نے اس طرح نظر انداز کردیا کہ ہماری طرح کے بہت سے عقیدت کیش انگلیاں دانتوں میں دبا کر بیٹھ گئے اور سوچنے لگے کہ اس رویہ کا سبب کیا ہے؟

واقفان حال کی رائے یہ ہے کہ معروف عالم تبلیغی تحریک، تحریک ریشمی رومال اور تحریک احرار کی ابتدائی منصوبہ بندی اسی خانقاہ کے مختصر حجرہ میں ہوئی۔ اور ان تحریکوں کے لئے اس مختصر حجرہ میں جو دعائیں ہوئیں وہ رنگ لاکر رہیں حضرت شاہ عبد الرحیم کے خدام اور عقیدت مندوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا۔ خلفاء بھی بڑی تعداد میں تھے لیکن جو مقام و منزلت حضرت مولانا شاہ عبد القادر رحمہ اللہ تعالی کو حاصل ہوئی، وہ انہی کا حصہ تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تعالی اصلاً میرے آبائی ضلع کے رہنے والے تھے۔ قدرت انہیں حضرت شاہ عبد الرحیم کی خدمت میں لے گئی کچھ دن کے قیام کے بعد واپسی کا عزم سفر کیا تو شیخ نے عجیب سے لہجہ میں فرمایا "میاں عبد القادر ہمارا خیال تو یہ تھا اب مرنا جینا ساتھ ہوگا" مرید باصفا نے دل سے نکلے ہوئے ان کلمات کو سنا تو بستر کھول دیا اور پھر کوئے یار کے ہو کر رہ گئے حضرت الشیخ کی شفقت اور مرید باصفا کی نیاز مندی تاریخ کا ایک روشن و منور باب ہے اور ۱۹۶۲ء میں دنیا سے رخصت ہونے والے مولانا عبد القادر رائے پوری رحمہ اللہ کو دیکھنے والے ابھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ان کا خلوص، للہیت، معصومیت اور سادگی نے ایک دنیا کا رخ بدل دیا۔ ان کی بارگاہ میں حاضر ہونے والوں میں علماء کی کثرت تھی اور ارباب دانش و علم کو ان کے یہاں سے بلا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نوشان محبت کی رہنمائی کے لئے اشارہ ہوا اور تصوف کی اصطلاح میں جو ان کے خلفا قرار پائے ان کے نام دیکھیں تو حیرت ہوتی ہے۔

مولانا محمد ابراہیم میاں چنوں، مولانا عبد العزیز چک نمبر ۱۱، پیرجی عبد اللطیف جیچہ وطنی، مولانا عبد العزیز گمتھلوی، مولانا سعید احمد ڈونگہ بونگہ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد انوری، مولانا محمد عبد اللہ ساہیوال، میر گوہر علی صاحب راولپنڈی، سید ابومعاویہ ابوذر بخاری، مولانا انیس الرحمن لدھیانوی وغیرہ

ایسے کتنے ہی آسمان علم و ہدایت کے آفتاب و ماہتاب تھے جن میں سے ہر فرد اپنی جگہ ایک مستقل انجمن تھا۔۔۔۔۔۔ پھر ملک بھر کی سیاسی پارٹیوں سے تعلق رکھنے والے عمائدین ان کے یہاں برابر حاضر ہوتے کانگریس ہو یا مسلم لیگ۔ جمعیتہ علماء ہند ہو یا مجلس احرار اسلام ہر پارٹی کے صف اول کے اکابر و عمائدین ان کی بارگاہ کے فیض یافتہ تھے۔ جمعیتہ کے اکابر ان کے ہم نوالہ و ہم پیالہ تھے تو احرار کے اکابر و رہنما کار تو ان کے یہاں لاڈلے بچوں کا سا مقام رکھتے، حضرت والا ان حضرات کی جس طرح ناز برداریاں کرتے اگر کوئی ان سرفروشوں کے متعلق ذرا سی کوئی بات کر دیتا تو حضرت کبیدہ خاطر ہوجاتے اور کھلے عام ناراضی کا اظہار فرماتے ان کی نگاہ میں ان رندوں کا جو مقام تھا وہ بڑے بڑے عابد شب زندہ دار لوگوں کا نہیں تھا۔ ان کی نگاہوں میں اکابر اسلام کی وہ تاریخ تھی کہ کس طرح انہوں نے بہادر اور جی دار لوگوں کو روایتی عابدین و زاہدین پر ترجیح دی۔ حضرت الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے شاگرد رشید الامام المجاہد عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی نے حرم مکی کے مستقل مسافر اور معروف صوفی بزرگ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالی کو جو خط لکھا وہ حضرت رائے پوری جیسے مرد حق آگاہ کی نگاہ میں تھا حضرت الامام نے حضرت فضیل کو لکھا تھا کہ "میاں تم خانہ کعبہ کے گوشہ عافیت میں بیٹھے اللہ اللہ کر رہے ہو اور یہاں اللہ کی مخلوق پر جو گذر رہی ہے اس کا آپ کو احساس و اندازہ نہیں"؟ حضرت فضیل خط دیکھ کر رو پڑے اور خط لانے والے سے فرمایا کہ واقعی انہوں نے سچ فرمایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حضرت رائے پوری اس صورت حال سے آگاہ تھے وہ محض صوفی نہ تھے بلکہ وہ صوفیاء کے اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو "باللیل رہبان اور بالنہار فرسان" کا مصداق تھے اس لئے ان کی سوچ مختلف تھی اور وہ اپنی اسی سوچ کے حوالہ سے بندوں کو خوب پہنچانتے تھے احراری درویشوں کے لئے ان کی بارگاہ میں بڑا مقام تھا۔۔۔۔۔۔ انہوں نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں بہت واضح انداز سے یہ اشارہ دیدیا تھا کہ ان کے بعد ان کی مسند کے وارث مولانا عبد العزیز ہوں گے۔ وہی مولانا عبد العزیز جو گذشتہ قمری سال کے آخری مہینہ میں موت کے سفر پر روانہ ہو کر رائے پور میں دفن ہوئے۔ مولانا عبد العزیز اعلی حضرت شاہ عبد الرحیم کے حقیقی نواسے تھے، راجپوت خاندان کے چشم و چراغ، اپنے عظیم نانا کی گود میں ان کی تربیت ہوئی۔ ان کی نگرانی اور مشورہ سے تعلیم کا سلسلہ تکمیل پذیر ہوا۔ سہارنپور کی معروف عالم درسگاہ کے عظیم اساتذہ نے ان کی تعلیم میں حصہ لیا۔ صاحبزادگی کے تقاضوں سے بلند ہو کر انہوں نے علمی سفر طے کیا اور پختہ کار عالم ہو کر سامنے آئے۔ گھر کے پاکیزہ ماحول سے لے کر خانقاہ کے نورانی ماحول تک میں پلے بڑھے، نانا حضور کے سانحہ ارتحال کے بعد ان کے عظیم المرتبت خلیفہ شاہ عبد القادر سمیت حضرت کے حلقہ متوسلین کی محبتوں اور چاہتوں کا وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرکز تھے۔ سبھی لوگ ان سے پیار کرتے اور وہ بھی ہر ایک کے ساتھ ان کی عمر اور علم و فضل کے حوالہ سے برتاؤ کرتے۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ تعالیٰ کے سانحہ ارتحال پر ان کی تدفین کے حوالہ سے بعض الجھنیں پیدا ضرور ہوئیں اور حلقہ میں دراڑیں بھی پڑیں لیکن وقت گذرنے کے ساتھ وہ زخم مندمل ہوگئے اور حلقہ کی رونق لوٹ آئی، مولانا عبدالعزیز کا خاندانی پس منظر بہت بڑا تھا۔ راجپوت قبیلہ کی روایات بھی تھیں، اس کے ساتھ ساتھ مادی وسائل بھی بے پناہ تھے لیکن قرآن کریم سے ان کا تعلق، سنت رسول سے محبت اور ذکر و فکر کا اہتمام۔ اہل خاندان اور متوسلین کی خدمت و تربیت، وہ کسی چیز سے بھی غافل نہ تھے۔ اور تمام معاملات بڑی ذمہ داری سے نبھاتے۔

تقسیم ملک کے بعد تبادلہ آبادی کے پیش نظر جو مسائل اٹھے ان سے ہر وہ شخص واقف ہے جسے ان مسائل سے واسطہ پڑا، مولانا مرحوم کو بھی رزق حلال کی یافت کے لئے جدوجہد کرنا پڑی۔ ویسے بھی اس زمانہ میں ان کی اولاد ان مسائل کا بوجھ اٹھانے کی متحمل نہ تھی لیکن اپنے شیخ کی طرف سے جونہی یہ عظیم ذمہ داری سر پر آئی وہ کوچہ یار کے ہو کے رہ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ حال ہو گیا کہ ظاہری عادات و اطوار، وضع قطع، لباس، خوراک، نشست و برخاست تک میں ایسے محسوس ہونے لگا کہ وہ ہو بہو شیخ کی تصویر ہیں۔ ابتدائی طور پر انہیں دیکھ کر ایسے محسوس ہوتا جیسے مولانا عبدالعزیز نہیں شاہ عبدالقادر بیٹھے ہیں، اپنے شیخ کے رنگ میں اس طرح رنگ جانے کا منظر بہت کم ہی نظر آتا ہے اور آج کی مادیت گزیدہ دنیا میں تو ایسا بہت کم ہوتا ہے لیکن ہم اس بات کی علیٰ رؤس الاشہاد شہادت دے رہے ہیں کہ مولانا عبدالعزیز نے اپنے آپ کو شیخ کے رنگ میں ایسا رنگا کہ ایک دنیا دنگ رہ گئی، یہ ان کی سلامتی طبع اور اپنے شیخ سے حقیقی تعلق کی دلیل تھی۔

ہم نے تین سال سرگودھا میں بغرض تعلیم گذارے۔ امام العصر مولانا سید انور شاہ کے شاگرد رشید مولانا مفتی محمد شفیع کے مدرسہ کے ہم طالب علم تھے اور مولانا عبدالعزیز کا مکان مدرسہ سے قریب ہی تھا۔ ان کے فرزند گرامی اور موجودہ جانشین مولانا سعید احمد سے ہمارا بہت تعلق خاطر تھا۔ اکثر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوتا ہمارے والد گرامی مولانا محمد رمضان علوی کا بیعت کا تعلق تو خانقاہ سراجیہ کندیاں سے تھا لیکن حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری سے بے پناہ عقیدت تھی اور حضرت بھی بے پناہ محبت کا اظہار فرماتے۔ مولانا عبدالعزیز اس صورت حال سے آگاہ تھے اس لئے ابا جان پر ان کی بڑی نظر تھی اور وہ ہم سے بہت محبت فرماتے۔ جب حضرت شاہ عبدالقادر کا انتقال ہوا تو ان کا جنازہ تدفین کے لئے براستہ سرگودھا ڈھڈیاں لایا گیا۔ سرگودھا کے کمپنی باغ میں حضرت کا جنازہ مولانا نے پڑھایا۔ ہم نے شہر میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ منادی کی تھی۔ اس دن ہم نے مولانا کو جس حال میں دیکھا اس کی تصویر کشی بڑی مشکل ہے۔ وہ اپنے شیخ کے انتقال سے انتہائی غم زدہ اور نڈھال تھے، آنکھوں میں آنسو، لہجہ گلوگیر، غم بالائے غم یہ کہ وہ حضرت کی خواہش کے مطابق حضرت کی نعش کو ہندوستان لے جانے کا نظم نہ کر سکے۔ اس کا بہت صدمہ تھا اور وہ اس پر انتہائی پریشان تھے۔ ہم نے ان کے مکان پر بارہا بہت سے علماء اور احرار بزرگوں اور کارکنوں کو دیکھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر ان حضرات کے ساتھ جس مہر و محبت کا برتاؤ فرماتے مولانا کا بھی یہی حال تھا۔ وہی شفقت وہی محبت وہی دلداری و دلدہی۔ وہی خاطر تواضع، مہمان نوازی، مولانا عبدالہادی دین پوری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا مفتی محمود اور سید ابوذر بخاری جیسے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرات کی آمد پر ان کی خوشیاں دیدنی ہوتیں۔ ان کے خاندان کی خواتین بڑی تعداد میں آنے والے مہمانوں کے لیے کھانے میں مشغول رہتیں، دستر خوان سجتا تو مولانا کے فرزندان لوٹا ہاتھ میں اٹھائے مہمانوں کے ہاتھ دھلاتے، جوتیاں سیدھی کرتے، کھانے اٹھا کر لاتے، رات آرام کرنے والوں کی راحت کا پورا اہتمام ہوتا اور حضرت خود تمام باتوں کی نگرانی فرماتے۔

راولپنڈی میں جہاں ہمارے اباجان مقیم تھے حضرت کا سفر ہوتا تو میر گوہر علی صاحب کے یہاں قیام ہوتا کبھی کبھار رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے فرزند نسبتی مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے یہاں کئی مرتبہ خود اللہ صاحب کے محلہ کی مدنی مسجد کے امام قاری محمد اسحق صاحب کے یہاں قیام ہوتا۔ حضرت جہاں بھی ہوتے اباجان حاضر باش لوگوں کی صف اول میں ہوتے۔ حضرت قریب تر بٹھاتے وہی چاہت وہی محبت وہی مخلصانہ برتاؤ، احقر نے اپنے اباجان اور برادر بزرگ مولانا عزیز الرحمن کی معیت میں بڑے حضرت کو بارہا دیکھا، زیارت کی، ان کی پاکیزہ مجلس کے مزے لوٹے۔ اب جو مولانا عبد العزیز کو دیکھا تو حضرت کی مجلسوں کا نقشہ ذہن میں آگیا۔۔۔۔ ایک مرتبہ ہم حضرت کے لاہور کے آخری دور کے میزبان حاجی متین احمد صاحب کی معیت میں ڈھڈیاں سے سرگودھا آئے۔ حضرت انتہائی علیل اور صاحب فراش تھے لیکن انہوں نے حاجی صاحب کو بڑے حضرت کے تعلق کے حوالہ سے جس محبت سے سرفراز فرمایا اور لیٹے لیٹے سینے سے چمٹالیا وہ نظارہ ہمارے سامنے ہے ہم نے اس سے گہرا اثر لیا۔ ہمیں گنہگاروں کو بھی سینہ سے لگایا، محبت سے خیریت پوچھی اباجی کے احوال معلوم کئے اور پھر فرزندان عزیز کو فوری طور پر مہمان نوازی پر لگادیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دستر خوان لگ گیا اور انواع و اقسام کی اشیاء خورد و نوش جمع ہوگئیں، حضرت چارپائی پر لیٹے لیٹے نظر رکھے ہوئے ہیں اور اصرار سے مختلف اشیاء کے کھانے کا تقاضا کر رہے ہیں۔ اللہ اللہ یہ محبت، یہ عنایت۔۔۔۔۔۔۔۔۔ زندگی کے آخری ماہ و سال میں وہ مرحوم مولانا محمد اکرم کے فرزندان کے یہاں لاہور میں تشریف لاتے رہے۔ اب بستر سے لگ چکے تھے تمام معمولات دوسروں کے سہارے ادا ہوتے لیکن تلاوت، ذکر و اذکار اور نماز کے اہتمام کے ہم نے ایسے واقعات دیکھے کہ عقل حیران ہوگئی۔۔۔ ان کی روح یاد الٰہی میں گویا ڈوب چکی تھی اور علائق دنیا سے بے نیاز اور اپنے پیدا کرنے والے کی محبت میں سرشار ہو کر رہ گئے۔۔۔۔۔۔ بیماری کا یہ حال کہ حرکت بغیر سہارے مشکل۔۔۔۔ لیکن طہارت نظافت اور ذکر و اذکار کا ایسا اہتمام کہ باید و شاید۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور چہرے پر ایسی رونق اور ایسی نورانیت کہ دامن دل می کشد والی کیفیت۔۔۔۔۔۔۔۔ آخر وقت موعود آگیا، سرگودھا سے لاہور تک جنازے ہوئے، علماء، صلحا اور ہر طبقہ کے حضرات نے آخری زیارت کی، ہندوستان کی حکومت نے ان کی خواہش کے احترام میں تمام سہولتیں مہیا کیں اور انہیں براہ دہلی رائے پور (سہارنپور) لے جا کر نانا ابا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔۔۔

خدا رحمت کند ایں

© rasailojaraid.com